قرآنی اسلوبِ خطاب اور کنزالایمان

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ سینٹر ایجوکیشن سٹی ملیر، کراچی

جوائنٹ سیکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی

واٹس ایپ نمبر: 3222413267 92+

قرآنی اسلوب خطاب اور کنزالایمان

پروفیسر دلاور خاں

قرآن کے اسلوب کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں کئی منفرد اسلوب دکھائی دیتے ہیں جیسے قرآن کا اسلوب تکرار، اسلوب قسم، اسلوب ایجاز واختصار، اسلوب دعوت، اسلوب استفہام وغیرہ انہی میں سے ایک قرآنی اسلوب خطاب بھی ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ:

"قرآن میں تھوڑے فاصلے پر بسا اوقات ایک ہی آیت کے اندر خطاب بدلتا رہتا ہے۔ اس سے ایک قاری سب سے زیادہ الجھن محسوس کرتا ہے۔ ابھی خطاب مسلمانوں سے تھا کہ مشرکین سے ہو گیا ابھی ذکر اہلِ کتاب کا ہو رہا تھا کہ دفعتاً مسلمان مخاطب ہو گئے، ابھی واحد کے صیغہ سے تھا کہ فوراً جمع کے صیغہ میں ہو گیا۔ اسی طرح خود مصدر خطاب بھی بدلتا رہتا ہے۔ ابھی خطاب براہ راست اللہ کی طرف سے تھا کہ دفعتاً رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کوئی بات کہی جارہی تھی کہ دفعتاً کوئی بات جبرائیل امین کی زبان سے جاری ہو گئی۔ مخاطب و متکلم کی ان تبدیلیوں کی موجودگی میں ایک عام قاری کو سررشتہ نظم کو سنبھالنا بڑا مشکل ہے"۔

تبدیلی خطاب کی بہت سی الجھنیں تو صرف اس بات کے سمجھ لینے ہی سے دور ہو جاتی ہیں کہ قرآن مجید بڑی حد تک خطبائے عرب کے کلام سے مشابہت رکھتا ہے جس طرح ایک خطیب محض اپنے رخ کی تبدیلی یا گردش چشم وابر بلکہ بسا اوقات لب ولہجہ کے تغیر اور معمولی التفات ہی سے اپنے مخاطب، اثنائے کلام کے اندر بدلتا رہتا ہے اس طرح قرآن مجید میں خطاب کی تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں اگر قاری کلام کے پس منظر پر نظر رکھے تو وہ انتشارِ خطاب کے باوجود روانی کلام کے ساتھ ساتھ بے تکلف مخاطب کو معین کرتا چلا جاتا ہے۔(۱)

یہی وجہ ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے قرآنی اسلوب خطاب کے ۳۴ پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے وہ ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ خطاب عام: اس سے عموم مراد ہے جیسے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ۔

(۲)۔ خطاب خاص اور مراد خصوص: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ۔

(۳)۔ خطاب عام مراد خصوص: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ۔ اس میں بچے اور دیوانے شامل نہیں۔

(۴)۔ خطاب خاص مراد عموم: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ، اس میں نبی کریم سے براہ راست خطاب ہے مگر وہ تمام لوگ ہیں جو طلاق کے مالک ہوں۔

(۵)۔ خطاب جنس: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ۔

(۶)۔ خطاب نوع: یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔

(۷)۔ خطاب عین: یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ۔

(۸)۔ خطاب مدح: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

(۹)۔ خطاب الذم: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ۔

(۱۰)۔ خطاب کرامت (عزوشرف): یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ. یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ۔

(۱۱)۔ خطاب اہانت: فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ اور اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔

(۱۲)۔ خطاب تہکم: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ۔

(۱۳)۔ خطاب جمع لفظ واحد کے ساتھ: یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ۔

(۱۴)۔ خطاب واحد لفظ جمع کے ساتھ: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ. تاقولہ تعالیٰ: "فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ": کہ یہ تنہا ہمارے رسول اللہ ﷺ کی طرف خطاب ہے کیوں کہ نہ تو آپ کے ساتھ کوئی اور نبی تھا اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی ہوتا یا ہو گا۔

(۱۵)۔ واحد کا خطاب تثنیہ کے لفظ سے: اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ۔

(۱۶)۔ تثنیہ (دو آدمیوں) کا خطاب لفظ واحد سے: فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی۔

(۱۷)۔ دو شخصوں کا خطاب جمع سے: اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً۔

(۱۸)۔ جمع کا خطاب لفظ تثنیہ سے: والقیا کی مثال پہلے گذر چکی ہے۔

(۱۹)۔ واحد کے بعد جمع سے خطاب: وَ مَا تَکُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ۔

(۲۰)۔ جمع کے بعد واحد سے خطاب: وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

(۲۱)۔ واحد کے بعد دو شخصوں کا خطاب: اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَکُوْنَ لَکُمَا الْکِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ۔

(۲۲)۔ تثنیہ کے بعد واحد سے خطاب: قَالَ فَمَنْ رَّبُّکُمَا یٰمُوْسٰی۔

(۲۳)۔ عین کا خطاب بحال یہ کہ اس سے مراد غیر ہو: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ، کہ اس میں خطاب تو نبی سے ہے اور مراد آپ کی امت اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ خود ہی خدا ترس تھے اور معاذ اللہ آپ سے کفار کی اطاعت کب ہو سکتی تھی۔

(۲۴)۔ غیر کی جانب خطاب ہو بحال یہ کہ اس سے عین مراد ہو: لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْکُمْ کِتٰبًا فِیْهِ ذِکْرُکُمْ۔

(۲۵)۔ وہ خطاب عام جس سے کوئی معین مخاطب مقصود نہ ہو: وَ لَوْ تَرٰۤی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ۔

(۲۶)۔ ایک شخص سے خطاب کرنے کے بعد یوں اس کی جانب سے عدول کر کے دوسرے کو مخاطب بنالیا: "فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ" اتنی بات کے مخاطب نبی ﷺ کئے گئے تھے اور اس کے بعد پروردگار نے کافروں سے ارشاد کیا: "فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ"۔

(۲۷)۔ خطاب تکوین اور یہی خطاب التفات بھی ہے۔

(۲۸)۔ جمادات سے ذوالعقول جیسا خطاب: فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا۔

(۲۹)۔ خطاب تہیج (جوش دلانے والا خطاب): وَعَلَی اللّٰهِ فَتَوَکَّلُوْۤا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

(۳۰)۔ تحنن اور استعطاف (نرم دلی کرنے اور مہربان بنانے) کا خطاب: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا۔

(۳۱)۔ خطاب تحبب (محبت ظاہر کرنا): یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ، یٰبُنَیَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ۔

(۳۲)۔ خطاب تعجیز (کسی کو عاجز پا کر یا عاجز بنا دینے والی بات کا مخاطب کرنا): فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ۔

(۳۳)۔ خطاب تشریف (عزوشرف)

(۳۴)۔ خطاب معدوم اور یہ خطاب کسی موجودگی کی تبعیت (پیروی) میں صحیح ہوتا ہے جیسے "یابنی آدم" یہ اس زمانے کے آدمیوں اور ان کے بعد آنے والے تمام آدمیوں سب سے یکساں خطاب۔(۲)

قرآن کے اسلوب خطاب سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ وجوہ خطاب متعدد ہیں ان میں بہ ظاہر ایک خطاب ہے لیکن اس کے چونتیس مفاہم گنوائے گئے ہیں۔ اس لیے ان کے معنی مذکور کرنے کے لیے مترجم کے لیے قرآن کے عمیق مطالعے کی ضرورت ہے اور اگر اسے اس اسلوب قرآن کی گیرائی اور گہرائی کا علم نہیں تو وہ خود بھی گمراہ ہوگا اور قارئین کی گمراہی کا بھی سبب بنے گا۔ ان وجوہ خطاب میں ایک بہت بڑا حصہ وجوہ مخاطبات رسول ﷺ پر بھی مشتمل ہے۔ جیسے خطاب محبت، خطاب شرف وعزت، خطاب کرامت، خطاب خاص مراد عام، خطاب عین، خطاب جنس خطاب مدح اور خطاب عین اور مراد غیر۔ قرآن کے وجوہ مخاطبات رسول ﷺ میں سے چند ایک کا مطالعہ کرتے ہیں:

مخاطب عین اور مراد غیر: (مخاطب رسول اور مراد غیر)

(یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا)(الاحزاب:الایۃ۱)

الخطاب له والمراد المؤمنون؛ لأنه ﷺ كان تقياً، وحاشاه من طاعة الكافرين والمنافقين، والدليل على ذلك قوله في سياق الآية: (وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا) (الاحزاب: الاية٢) وقوله تعالىٰ: (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ) (يونس: الاية٩٤) بدليل قوله فى صدر الآية بعدها: (قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ) (يونس: الاية١٠٤)

ومنهم من أجراه على حقيقته وأوله، قال أبوعمر الزاهد (فى الياقوتة): سمعت الإ مامين ثعلب والمبرد يقولان: معنى (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ) (يونس: الاية٩٤) أى: قل يا محمد: إن كنت فى شك من القرآن فاسأل من أسلم من اليهود، إنهم أعلم به من أجل أنهم أصحاب كتاب۔ وقوله: (عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ)(التوبة: الآية٤٣) قال ابن فورك: معناه وسع الله عنك! على وجه الدعاء، و (لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ) (التوبة: الآية٤٣) تغليظ على المنافقين، وهو فى الحقيقة عتاب راجع إليهم، وإن كان فى الظاهر للنبى ﷺ كقوله: (فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ)(يونس: الآية٩٤) وقوله: (عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى) (عبس: الآية١) قيل: إنه أمية، وهو الذى تولى دون النبى ﷺ، ألا انه لم يقل: (عبست)(٣)

ترجمہ: جیسا کہ آیت کریمہ: [يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔] میں خطاب تو آپ ﷺ کو ہے مگر اس سے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ (اس آیت میں اللہ کی اطاعت (تقویٰ اختیار کرنے) اور کافروں و منافقوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر ہیں اور آپ ﷺ سے کافروں و منافقوں کی اطاعت و پیروی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور مؤمنین کے اس آیت کے مخاطب ہونے کی دلیل اگلی آیت: [وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔] ہے۔

اور اسی طرح آیت کریمہ: [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ] (سُوْرَةُ يُوْنُس، آیت ۹۴) میں بھی ہے (کہ اس میں "كُنْتَ فِيْ شَكٍّ" سے خطاب معین (آپ ﷺ) کو ہے مگر مراد مؤمنین ہیں) اور اس آیت کے مخاطب مؤمنین ہونے کی دلیل آگے آنی والی آیت: [قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ۔]ہے۔

ابو عمر الزاہد اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ: میں نے دو بڑے امام ثعلب اور مبرّد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ] کا مطلب یہ ہے کہ: آپ کہہ دیجئے کہ "اگر تم لوگوں کو قرآن کے بارے میں شک میں ہو تو اہل یہود میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اُن سے اس بارے میں پوچھیئے کیونکہ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں۔

اور آیت: [عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ] کے بارے میں ابن فورک فرماتے ہیں کہ [عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ] کے معنی ہے: "وسع الله عنك" اور یہ دعا ہے (یعنی اللہ آپ کے ساتھ) اور آیت کا اگلا حصہ [لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ] یہ در حقیقت منافقین پر تغلیظ ہے اور یہ عتاب اُنہی کو ہے اگرچہ ظاہراً آپ ﷺ کو خطاب کرکے کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ [فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ] میں ہے۔

اور آیت: [عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى] کے بارے میں کہا گیا ہے کہ، اس سے مراد اُمیۃ ہیں، کیونکہ انہوں نے ہی رُو گردانی کی تھی نہ کہ آپ ﷺ نے، ذرا دیکھئے کہ اس آیت میں "عبست" نہیں کہا گیا بلکہ عبس کہا گیا۔

خطاب خاص مراد عموم (مخاطب رسول اور مراد عموم):

(يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ) (سورة طلاق، آیت١) فافتتح الخطاب بالنبى ﷺ والمراد سائر من يملك الطلاق۔(٤)

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ" (سورة طلاق، آیت١) " اس آیت کریمہ میں مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں مگر اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو طلاق دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔

1۔ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ (۵)
(۱)۔ حق تو وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا۔
(۲)۔ سو ہر گز شک وشبہ کرنے والوں میں شمار نہ ہونا۔
(۳)۔ (اے پیغمبر یہ نیا قبلہ) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہر گز کسی شک میں نہ پڑو۔

اس آیت میں مترجمین نے خطاب خاص سے خطاب خاص مراد لیا ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے شک کو نبی کریم ﷺ سے منسوب کر دیا ہے جو آقا کریم ﷺ کے لیے محال ہے اور عصمت کے خلاف بھی ہے یہ دونوں امور اصولی ہیں یہاں مترجمین سے تسامح ہوا کہ وہ خاص خطاب سے خاص مراد لے رہے ہیں جب کہ قرآن کے اسلوب خطاب کی روشنی میں خطاب خاص سے یہاں عام مراد ہے اگر ترجمے میں یہاں عام خطاب مراد لیا جائے تو ایک طرف عصمت نبی ﷺ کی پاسداری بھی ہو گی تو دوسری طرف کئی اشکال بھی رفع ہو جائیں گے اس لیے اس آیت کا صحیح ترجمہ وہی قرار پائے گا جس میں خطاب خاص کی بجائے خطاب عام مراد لیا جائے۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

(اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔

اس ترجمے اور مذکورہ بالا تراجم کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا ان تراجم میں میں شک نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے جبکہ آپ کے ترجمے میں شک، اے سننے والے کی طرف منسوب ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے مولانا احمد رضا خاں کو قرآن کے اسلوب خطاب کی بھرپور معرفت حاصل ہے اور اسی اسلوب کی پیروی میں یہ ترجمہ تخلیق کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے خطاب خاص سے مراد خطاب خاص نہیں لیا بلکہ خطاب خاص کے بجائے خطاب عام مراد لیا ہے کہ "اے سننے والے" جس کا نتیجہ کہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سے شک منسوب کرنے سے ان کا قلم محفوظ و مامون رہا۔ آپ کے ترجمے کی دلیل ملاحظہ ہو:

وليس المراد نهي الرسول عن الشك فيه لانه غير متوقع منه (بیضاوی)

"نبی کریم ﷺ کو شک سے نہیں روکا گیا کیوں کہ آپ سے تو شک کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی"

"الخطاب العام الوارد على صورة النهي والمقصود منه اخبار كافة الناس بان المقام ليس بمظنة لان يرتاب جيه عن لانام"۔ (محشی)

یہاں عام خطاب ہے جو صورۃ نہیں ہے مقصد یہاں عام لوگوں کو خبر دینا ہے یہ مقام ایسا ہے کہ اس میں کسی ایک کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ (۶)

پس معلوم ہوا کہ دیگر مترجمین کی طرح:
(۱)۔ آپ نے ترجمے میں شک نبی کریم کی طرف منسوب نہیں کیا۔
(۲)۔ آپ کا ترجمہ قرآنی اسلوب خطاب کی عکاسی کر رہا ہے۔
(۳)۔ آپ نے خطاب خاص کی بجائے خطاب عام مراد لیا ہے۔
(۴)۔ آپ کے ترجمے کو مستند تفاسیر کی تائید حاصل ہے۔

2۔ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِى الۡبِلَادِ۔ (۷)
◆ تجھ کو دھوکا نہ دے کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا
◆ نہ فریب ڈالے تجھ کو پھرنا ان لوگوں کا کہ کافر ہوئے بیچ شہروں کے
◆ (اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے
◆ تو نہ بہک اس پر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں
◆ اے نبی دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکا میں نہ ڈالے۔

اس آیت کے ان تراجم سے ذہن میں خیال آسکتا ہے ثم معاذ اللہ کہ کافروں کا شہر میں چلنا پھرنا نبی کریم کو بہکا سکتا ہے اور دھوکے میں مبتلا کر سکتا ہے اس لیے آپ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ آپ کافروں کے چلنے پھرنے سے نہ تو بہکیں اور نہ ہی ان کے دھوکے میں آئیں۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کافروں کا

شہروں میں گھومنا پھرنا نہ تو آپ کو راہ حق سے بہکا سکتا ہے اور نہ ہی آپ کو دھوکا دے سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ براہ راست اس آیت میں خطاب کے مصداق نہیں۔ قرآنی اسلوب خطاب کے تناظر میں خطاب خاص ہے جبکہ مراد عام۔ اس لیے آیت کا وہی ترجمہ درست ہوگا جس میں خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہو اور مراد عام ہو دیگر مترجمین کے مقابلے میں مولانا احمد رضا خاں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص نہیں لیتے بلکہ خطاب خاص سے مراد عام لیتے ہوئے یوں ترجمہ کرتے ہیں: "اے سننے والے! کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا ہر گز تجھے دھوکا نہ دے"

آپ نے اس آیت کا یوں ترجمہ نہیں کیا "(اے پیغمبر) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکا نہ دے" کیوں کہ یہ خطاب رسول کریم ﷺ سے نہیں بلکہ امت کے ہر سننے والے سے ہے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی تائید ان مستند مفسرین سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

المخاطب فی قوله: [يَغُرَّنَّكَ] من هو؟ فيه قولان:

اول: أنه الرسول ﷺ ولكن مراد هوالا مة۔ قال قتادة والله ماغرونبی ﷺ حتی قبضه الله، والخطاب وان كانه إلا المراد غيره۔ الثانی: وهوأن هذالكل من سمعه مكلفين، كانه قيل لايغرنك ايها السامع۔(۸)

ترجمہ: "يَغُرَّنَّكَ" میں کون مراد ہے؟ اس میں دو اقوال ہیں مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں لیکن مراد امت ہے۔ امام قتادہ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ لوگ نبی کریم کو دھوکہ نہیں دے سکتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو جائے اس لیے مراد دیگر افراد امت ہیں۔

مخاطب مکلفین میں سے ہر سننے والا ہے گویا یوں کہا جا رہا ہے کہ اے سننے والے تجھے دھوکہ نہ دے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

الخطاب للنبی ﷺ والمراد الامه۔(۹)

یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد امت۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:

الخطاب للنبی ﷺ المراد امته۔(۱۰)

یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں:

فالخطاب للنبی ﷺ المراد غيره۔(۱۱)

یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے لیکن اس سے مراد غیر ہے۔

علامہ سمرقندی لکھتے ہیں:

قيل: هذا الخطاب للمومنين۔(۱۲)

کہا جاتا ہے کہ یہ خطاب مومنین سے ہے

علامہ ماوردی لکھتے ہیں:

انه خطاب لكل من سمعه، فكأنه قال: لايغرنك ايها السامع تقلب الذين كفر وافی البلاد (۱۳)

یہ خطاب ہر سننے والے کے لیے گویا یوں فرمایا کہ اے سننے والے کفار کا شہروں میں گھومنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔

علامہ ابن عطیہ لکھتے ہیں:

والخطاب للنبی عليه السلام والمراد امته۔(۱۴)

یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

علامہ ابن سلام لکھتے ہیں:

هوخطاب لكل من سمعه ای لايغرنك ايها السامع۔(۱۵)

یہ خطاب ہر سننے والے کے لیے یعنی اے سننے والے تجھے گمراہ نہ کرے۔

علامہ خازن لکھتے ہیں:

الخطاب لرسول ﷺ والمراد به غيره من الامه لأنه ﷺ لم يغتر قط والمعنى لا يغرنك ايها السامع تقلب الذين كفر وافی البلاد۔(۱۶)

خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے اور اس سے مراد امت ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ تو کبھی بھی دھوکے میں نہیں پڑے۔ تو

مطلب یہ ہوا کہ اے سننے والے! کفار کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔

ابو بکر الجزائری لکھتے ہیں:

المخاطب رسول اللہ والمراد أصحابہ وأتباعہ۔(۱۷)

اس میں مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں لیکن مراد آپ کے صحابہ اور متبعین ہیں۔

علامہ طبرانی لکھتے ہیں:

المعنی: [لَا یَغُرَّنَّکَ] یا محمد الخطاب بہ والمراد غیرہ۔(۱۸)

آپ ﷺ سے خطاب یا محمد ﷺ ہے لیکن اس سے مراد غیر ہے۔

3۔ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ (۱۹)

♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر حق راہ جو تیرے پاس آئی۔

♦ اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہش کی پیروی نہ کرنا۔

♦ اور جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔

♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا۔

♦ اور ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر حق راہ جو تیرے پاس آئی۔

ان تراجم کے مطالعہ سے ذہن میں یہ تصور ابھرتا ہے کہ آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کی خوشی کی خاطر معاذ اللہ راہ حق چھوڑ سکتے ہیں اس امکان کی وجہ سے آپ کو ہدایت دی جارہی ہے کہ آپ ان کی خوشی کی خاطر ہر گز ہر گز راہ حق نہیں چھوڑنا۔ جبکہ یہ سب کچھ نبی کریم ﷺ کے لیے محال ہے کیوں کہ آپ خود ھادی اور درجۂ معصومیت پر فائز ہیں۔ یہ تراجم آپ کے ھادی اور معصوم ہونے کے انحراف پر مشتمل ہیں ان تراجم میں اس اعتقادی سقم کی وجہ یہ ہے کہ مترجمین قرآن کے اسلوب خطاب سے واقف نہیں اور لغت کی بنیاد پر یہ ترجمہ کر گذرے انہوں نے یہاں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص لیا ہے جبکہ ایسا نہیں۔ اس تناظر میں ایسا ترجمہ درکار ہے جو عصمت نبی ﷺ کی عکاسی کرتا ہو اور قرآن کے اسلوب خطاب کا بھی مظہر ہو۔ اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں:

"تو اے سننے والے! ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا"

اس ترجمے میں یہود و نصاریٰ کی خوشی کی خاطر نبی کریم ﷺ کے راہ حق کو چھوڑنے کے امکانات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رد کیا گیا ہے۔ آپ کی معصومیت اور ھادی جیسی صفاتِ جلیلہ کا دفاع کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کے اسلوب خطاب کو اس ترجمے میں خوب برتا ہے جس کی وجہ سے تراجم پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کا علمی و تحقیقی اور اعتقادی جواب مل گیا۔ آپ نے اس آیت کے ترجمے میں خطاب خاص سے مراد خطاب خاص مراد نہیں لی بلکہ انہوں نے خطاب خاص سے مراد خطاب عام لی ہے بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد آپ نہیں بلکہ غیر ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے جس قرآنی اسلوب خطاب کے تحت اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اس کی تائید ان مستند مفسرین سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

الخطاب لہ والمراد غیرہ۔(۲۰)

یہ خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد اس سے آپ نہیں بلکہ غیر ہیں۔

علامہ جلال الدین محلی سیوطی لکھتے ہیں:

[وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ] عادلاً [عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ] ایھا الامھم۔(۲۱)

علامہ ماوردی (ت450ھ) لکھتے ہیں:

فیھم قولان: احدھما: أنھم امۃ نبیناﷺ والثانی: امم جمیع الانبیاء۔(۲۲)

اس میں دو اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی ﷺ کی امت ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق تمام انبیاء کی امتیں ہیں۔

علامہ خازن (ت725ھ) لکھتے ہیں:

وان کان خطاباً للنبی ﷺ لکن المراد به غیرلأنه ﷺ لم تبع اهواهم۔(۲۳)

بظاہر یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد اس سے غیر ہے کیوں کہ آپ ﷺ سے ان کی خواہشات کی پیروی ممکن نہیں۔

علامہ القمی نیشاپوری(ت 728ھ) لکھتے ہیں:

أوالخطاب له والمراد غیرہ۔(۲۴)

اس آیت میں خطاب بظاہر آپ ﷺ سے ہے لیکن اس سے مراد آپ نہیں غیر ہیں۔

4۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔(۲۵)

- توتم ہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔
- پس مت ہو شک لانے والوں سے۔
- سوتومت ہو شک کرنے والوں میں سے۔
- سوآپ شک کرنے والوں میں نہ جائیں۔
- تحقیق سوتومت ہو شک لانے والا۔
- لٰہذاتم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہوں۔
- سوآپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔

ان تراجم سے یہ تاثر پیدا ہوتا کہ نبی کریم ﷺ شک وشبہ میں مبتلا ہیں اور آپ کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ آپ شک وشبہ کرنے والوں میں نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم میں نبی کریم ﷺ کا شک وشبہ کرنا امر محال ہے۔ یہاں مترجمین سے تسامح ہوا کہ انہوں نے اس آیت کے خطاب خاص کو خطاب خاص پر محمول کرکے یہ ترجمہ کر دیا جس کی بناء پر ایسا ترجمہ معرض وجود میں آیا کہ جو نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہی نہیں بلکہ آیات محکمات کے بھی خلاف ہے اگر مترجمین قرآن کے اسلوب خطاب میں سے یہ اسلوب اختیار کرتے کہ خطاب خاص ہے لیکن اس سے مراد عام ہے۔ تو ان کا ترجمہ درست قرار پاتا۔ اس کا صحیح ترجمہ وہی ہوگا جس میں خطاب تو نبی کریم سے ہو لیکن مراد عام ہو۔ مولانا احمد رضا خاں قرآن کے اسی اسلوب خطاب کی پیروی کرتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"تواے سننے والے! توہر گز شک کرنے والوں میں نہ ہو"

آپ نے دیگر مترجمین کی طرح خطاب خاص سے خطاب خاص مراد نہیں لیا بلکہ خطاب خاص سے مراد عام لیا ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف قرآنی اسلوب خطاب کی پیروی دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف عصمت رسول ﷺ کی پاس داری کا بھی فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی ثقاہت کا مطالعہ مستند تفاسیر کی روشنی میں کرتے ہیں:

علامہ طبری(ت ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فان قال لنا قائل: أوکان النبی ﷺ شاکاً فی أن الحق من ربه اوفی أن القبلة التی وجهه الله ایها حق من الله تعالیٰ ذکرہ حتی نهی عن الشك فی ذلك فضیل له: [فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ]؟ قیل ذلك من الكلام الذی تخرجه العرب مخرج الأمر أو النهی للمخاطب به والمراد به غیرہ، كما قال جل ثناؤہ: [يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ][الاحزاب:۱] ثم قال: [وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا] [الاحزاب:۲] فخرج الكلام مخرج الأمر للنبی ﷺ والنهی له، والمراد به أصحابه المؤمنون به وقد بینا نظیر ذلك فیما معنی قبل بما أغنی عن إعادته۔(۲۶)

ترجمہ: اگر کوئی کہنے والا ہم سے کہے کہ کیا نبی کریم ﷺ کو رب کی طرف سے اس کے حق ہونے میں شک تھا؟ یا جس قبلے کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جارہا ہے اس میں شک تھا؟ جس کی وجہ سے "فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" کہہ کر شک سے منع کیا جارہا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ کلام عرب کا اسلوب یہ ہے کہ امر اور نہی میں مخاطب ایک فرد ہوتا ہے اور اس سے مراد مخاطب کا غیر مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ "يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ" اور "وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى" میں امر اور نہی کا مخاطب نبی کریم ﷺ ہیں اور مراد اہلِ ایمان ہیں اور اس کی نظیر ہم اس سے بیان کر چکے ہیں۔ اس کی اعادے کی ضرورت نہیں۔

علامہ قرطبیؒ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قوله تعالیٰ: [فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ] أي من الشاكين، والخطاب للنبی ﷺ والمراد أمته۔ (۲۷)

ترجمہ: الممترین کے معنی شاکین (شک کرنے والے) ہیں۔ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ ماوردی (متوفی ۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

فان قيل: أفكان شاكاً حين نهى عنه؟ قيل: هذا وإن كان خطاباً للنبی ﷺ فالمراد به غير من أمته۔ (۲۸)

ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ کیا نبی کریم ﷺ کو جب روکا گیا تو انہیں شک تھا؟ تو جواب یہ ہے کہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے مراد آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کی اُمّت ہے۔

علامہ ابن عطیہؒ (متوفی ۵۴۶ھ) فرماتے ہیں:

وقوله تعالیٰ: [فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ] الخطاب للنبی ﷺ والمراد أمته۔ (۲۹)

ترجمہ: خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ ابنِ عبد السلام (متوفی ۶۶۰ھ) لکھتے ہیں:

خوطب به والمراد أمته۔ (۳۰)

ترجمہ: آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) لکھتے ہیں:

وقيل: الخطاب في الظاهر للنبي عليه السلام والمراد أمته۔ (۳۱)

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ: ظاہر میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

علامہ خازن (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں:

فان قلت: النبی صلی الله عليه وسلم لم يمتر ولم يشك فما معنى هذا النهي؟ قلت: هذا الخطاب وإن كان للنبی صلی الله عليه وسلم ولكن المراد غيره والمعنى فلا تشكوا أنتم أيها المؤمنون۔ (۳۲)

ترجمہ: اگر تم کہو کہ نبی کریم ﷺ کو تو کوئی شک نہیں ہوا پھر اس نہی کا کیا مطلب؟ میں نے کہا: یہاں اگرچہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد غیر نبی ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والوں تم شک نہ کرو۔

علامہ ثعالبی (متوفی ۸۷۵ھ) فرماتے ہیں:

الخطاب للنبی صلی الله عليه وسلم والمراد أمته۔ (۳۳)

ترجمہ: خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد اُمّت ہے۔

امام طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) لکھتے ہیں:

الخطاب في هذا الآية للنبی ﷺ والمراد به غيره۔ (۳۴)

ترجمہ: اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے اور مراد غیر نبی یعنی اُمّت ہے۔

علامہ طبری (متوفی ۵۴۸ھ) لکھتے ہیں:

والخطاب وأن كان متوجهاً إلى النبی ﷺ فالمراد به الأمة۔ (۳۵)

ترجمہ: خطاب اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد اس سے اُمّت ہے۔

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ جن آیات میں بظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد آپ کی ذات مقدسہ نہیں بلکہ وہاں امت یا سننے والے مراد ہیں تو مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسی قرآنی اسلوب خطاب کا تتبع اپنے تراجم میں بھی کیا ہے قرآن کے اس اسلوب خطاب کے اطلاق کے لیے کنزالایمان سے مزید آیات کے تراجم کا صرف مطالعہ کرتے ہیں تاکہ مقالہ طوالت اختیار نہ کرے۔

- اے سننے والے یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔
- اے سننے والے تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے۔
- اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا۔
- اے سننے والے تو ہر گز ناداں نہ بن۔
- اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے

ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

O۔اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔

O۔اے سننے والے! اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔

O۔تو اے سننے والے دھوکے میں نہ پڑ اس سے جسے یہ کافر پوجتے ہیں۔

O۔اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔

O۔اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں۔

O۔اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے جیسا کہ گہرا دوست۔

O۔اے سننے والے اپنے رب کی کونسی نعمتوں میں شک کرے گا۔

O۔ (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔

O۔ (اے سننے والے کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں پر چلا اور اس کے کہ تجھے علم مل چکا تو اس وقت تو ضرور ستمگار ہوگا۔

جبکہ دیگر مترجمین نے قرآن کے اسلوب خطاب ''خطاب خاص مراد خطاب عام'' سے انحراف کیا اور خطاب خاص کو خطاب خاص ہی سمجھ بیٹھے کہ ان آیات میں نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہے اور انہیں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ:

O۔بے شک آپ بھی ان ظالموں میں سے ہوگے۔

O۔تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔

O۔حق چھوڑ کر خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔

O۔آپ کو شیطان بھلادے۔

O۔ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔

O۔آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔

O۔باطل لوگوں کی اتباع مت کیجئے۔

O۔قرآن کی طرف سے شبہ میں نہ رہ۔

O۔آپ ان کے (باطل پرست ہونے) میں کسی شک میں نہ رہیں۔

O۔خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (درگاہ خدا سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیئے جاؤ گے۔

قرآن کے اسلوب خطاب سے صرف نظر کرنے کا یہ **نتیجہ نکلا کہ مذکورہ تراجم:**

(۱)۔قرآنی آیات محکمات سے متصادم ہیں۔

(۲)۔عظمت رسول ﷺ کے منافی ہیں۔

(۳)۔منصب نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہیں۔

(۴)۔معصومیت نبی کریم ﷺ کے صریح خلاف ہیں۔

(۵)۔حضور اکرم ﷺ کے ھادی اور دیگر صفات جلیلہ کی نفی ہو رہی ہے۔

(۶)۔حضور کے اسوۂ حسنہ کی نفی ہے۔

ان تراجم کی موجودگی میں کنزالایمان ایک مینارہ نور ہے۔ جس میں:

❖ عظمت اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ کیا گیا ہے۔

❖ منصب نبوت کے تقاضوں کی پاسداری کی گئی ہے۔

❖ معصومیت نبی کریم ﷺ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

❖ حضور اکرم کی صفات جلیلہ کی پاسداری کی گئی۔

❖ حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کا ہر لحاظ سے تحفظ برتا گیا ہے۔

❖ اور قرآن کے اسلوب خطاب، خطاب خاص مراد عام کو خوب برتا۔ تمام مستند تفاسیر کا نچوڑ ہے۔

خطاب محبت:

جیسے علامہ جلال الدین سیوطی نے الاتقان اور علامہ زرکشی نے اپنی کتاب ''البرھان فی علوم القرآن'' میں قرآن کے اسلوب خطاب میں ''خطاب محبت'' کی وضاحت کی ہے یہی وجہ ہے مولانا احمد رضا خاں نے کنزالایمان میں قرآن کے اس اسلوب

کو بر موقع اور بر محل خوب برتا۔ جیسے:
(۱)۔اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے اسے پھینکی۔
(۲)۔اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں۔
(۳)۔اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان ہیں۔
(۴)۔اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے۔
(۵)۔اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق ہے۔
(۶)۔اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لیے اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔
(۷)۔اے محبوب خوشی سناؤ نیکی والوں کو۔
(۸)۔اے محبوب تم اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔
(۹)۔اے محبوب تمہارا ڈر سنانا تو انہیں کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم رکھتے ہیں۔
(۱۰)۔تو اے محبوب تم اپنے رب کی عظمت والے رب کے نام کی پاکی لو۔
(۱۱)۔اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔
(۱۲)۔اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

قرآن کے اس اسلوب کے مطالعہ سے اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ قرآن کی مذکورہ آیات میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا ترجمہ "اے محبوب" ہو جیسا کہ ہم نے مطالعہ کیا قرآن میں "خطاب" کے چونتیس معنی ہیں انہیں خطاب میں ایک خطاب کا معنی محبت ہے، اسے محبوب بھی ہے اس لیے یہ ترجمہ میں کوئی اضافہ نہیں۔ جو مترجمین قرآن کے ان وجوہ مخاطبات کا وقوف نہیں رکھتے ان کے تراجم اس محبت آمیز خطاب سے عاری دکھائی دیتے ہیں۔

حفظِ مراتب:

وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ(۳۶)

(۱) دراں حال یہ کہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں
(۲) اور حال یہ ہے کہ (اے نبی) اس شہر میں تم کو حلال کر لیا گیا ہے۔
(۳) جب تو اس شہر میں اترے گا۔
(۴) اور تجھ پر قید نہیں رہے گی اس شہر میں۔
(۵) اور تو اس شہر کا آزاد شہری ہے۔
(۶) اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔
(۷) اور آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے۔

فرقِ مراتب:

مولانا احمد رضا خاں کا اسلوبِ خطابیہ یہ ہے کہ آپ قرآن کا ترجمہ کرتے وقت مرتبے کا لحاظ کرتے ہیں تاکہ مخاطب اور مخاطب الیہ کا فرق قاری پر خوب واضح ہو۔ اردو زبان کی یہ خاصیت ہے کہ مخاطب کے ضمائر میں فرق کو ملحوظ رکھنے کے لیے "تم" اور "آپ" کے الفاظ موجود ہیں، جبکہ یہ خاصیت دیگر زبانوں میں مفقود ہے۔ اسی لیے اردو زبان کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا چھوٹے سے مخاطب ہو تو وہ چھوٹے کے لیے "تم" کی ضمیر استعمال کرے گا اور اگر کوئی چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو تو وہ بڑے کے لیے "آپ" کی ضمیر استعمال کرے گا۔ اسی اصول کو مولانا احمد رضا خاں نے اپنے ترجمۂ قرآن میں جابجا برتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ، نبیِ کریم ﷺ سے خطاب فرماتا ہے تو مولانا اس خطاب کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔
اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔
اور تمہارے رب کا حکم آئے۔
اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

ترجمے میں اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ سے ”تم“ اور ”تمہیں“ کی ضمیر سے خطاب نہ صرف ہماری زبان کے آداب کے مطابق ہے، بلکہ اس خطاب میں توحید ورسالت، خالق ومخلوق، ساجد ومسجود، عبد ومعبود کا فرق واضح ہو رہا ہے، جبکہ ضمیر ”آپ“ میں فرقِ مراتب ملحوظ نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا نے رسولِ کریم ﷺ کے لیے ضمیر تم اور تمہیں استعمال کی ہے جس میں ادبیت، معنویت، مقصدیت جامعیت اور عقیدۂ توحید ورسالت کی معرفت اتم درجے میں پائی جاتی ہے۔

اسی طرح جب کوئی چھوٹا بڑے سے مخاطب ہو تو مولانا احمد رضا خاں اس کے لیے ضمیر ”آپ“ استعمال کرتے ہیں تاکہ فرقِ مراتب ملحوظ رہے، مثلاً:

اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (۳۷)

آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر ظاہر فرمادیا اور قمیص دی کہ اباجان حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھنا، ان کو بینائی حاصل ہو جائے گی۔ اس خوشخبری ملنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ”مجھے یوسف علیہ السلام کی بو آرہی ہے“ اس وقت آپ کے پوتوں اور موجود اہل وعیال نے یہ کلام کیا۔ (۳۸)

یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں نے فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضمیر ”آپ“ استعمال کی ”تم“ نہیں۔ جب چھوٹے بڑے سے مخاطب ہوں وہاں ضمیر ”آپ“ استعمال کی جاتی ہے، کیوں کہ یہاں پوتے اور اہل وعیال حضرت یعقوب علیہ السلام سے مخاطب ہیں اس ضمیر ”آپ“ میں ترجمے کے قاری پر دادا اور پوتوں کا فرق بالکل واضح ہے۔ جب کہ اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: ”تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے“

قرآنی اسلوب خطاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ ضمیر خطاب کے چونتیس معنی ہیں۔ مترجم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ اس اسلوب پر اس کی گہری نظر ہو کہ کس موقع پر کس سے خطاب ہے اور اس کے مطلوبہ معنی کیا ہیں۔ اگر وہ اس کی معرفت اور اطلاق میں کامل نہیں تو وہ ایسا ترجمہ تخلیق کرے گا جس سے وہ خود بھی گمراہ ہو گا اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بھی۔ ساتھ ساتھ سینہ پھولا کر یہ دعویٰ بھی کرے گا کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ تو قرآن میں ہی لکھا ہے جس کا ماننا فرض ہے۔ جب کہ تحقیق سے ثابت ہو چکا کہ اس کے گمراہ کن معنی خطاب کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔ ان خطابات میں ایک بڑا حصہ مخاطبات رسول ﷺ پر بھی مشتمل ہے جیسے خطاب محبت، خطاب عزوشرف، خطاب کرامت، خطاب خاص مراد عام اور خطاب عین، مراد غیر۔ خطاب خاص اور خطاب عین میں بہ ظاہر خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے۔ حقیقت میں اس سے مراد آپ کی ذات مقدسہ نہیں بلکہ اس سے مراد امت، اے سننے والے کسے باشد ہے۔ یہ مقام نہایت ہی نازک اور احتیاط طلب ہے زرا سی کوتاہی سے معنی کیا سے کیا ہو جائے گا اس تناظر میں کنزالایمان کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارہ ہو گئی کہ مولانا احمد رضا خاں کو قرآنی اسلوب خطاب کی نہ صرف معرفت تھی بلکہ انہوں نے ترجمے میں اس کا اطلاق بر موقع بر محل کیا جیسے اے محبوب، اے سننے والے کسے باشد اور تم فرماؤ۔ آپ نے ترجمے میں ”اے محبوب“ کا اضافہ کیا یہ ظاہر یہ کسی لفظ کا ترجمہ نہیں لیکن خطاب محبت اطلاق جہاں جہاں ہو گا اس خطاب محبت کے یہی معنی مذکور ہوں گے کہ ”اے محبوب“ یہ کوئی زائد ترجمہ نہیں بلکہ حسب حال بھی ہے دوسرے الفاظ میں خطاب میں ”اے محبوب“ محذوف تھا اسے مذکور کیا گیا۔ اسی طرح جب خطاب بہ ظاہر نبی کریم ﷺ سے ہو لیکن مراد امت، اے سننے والے کسے باشد ھے یہاں بھی یہ کسی لفظ کا ترجمہ نہیں لیکن خطاب خاص مراد وعام اور خطاب عین مراد غیر کا جہاں جہاں بھی اطلاق ہو گا اس خطاب کے یہی معنی مراد لیے جائیں گے ”اے سننے والے“ یہ بھی کوئی زائد ترجمہ نہیں۔ جن مترجمین نے قرآن کے اس اسلوب خطاب کا لحاظ نہیں رکھا ان کے تراجم عظمتِ رسول ﷺ، محبتِ رسول ﷺ، عصمتِ

رسول ﷺ اور شانِ رسول ﷺ سے عاری دکھائی دیتے ہیں ایسے تراجم کی موجودگی امت کے قلوب واذہان میں عشق رسول ﷺ کی آبیاری میں بڑی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔ جس میں خطاب امت یا سننے والے کی بجائے براہ راست نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔ جیسے، تم ہر گز شک نہ کرنا، کافروں کی خواہشات کی پیروی مت کرنا باطل کی کی اتباع مت کرنا، خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا اور شیطان آپ کو بھلا دے۔ مذکورہ براہ راست خطاب:

- قرآنی آیات محکمات سے متصادم ہے۔
- عظمت رسول ﷺ کے منافی ہے۔
- منصب نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔
- معصومیت نبی کرم ﷺ کے صریح خلاف ہے۔
- حضور ﷺ کی صفت ھادی اور دیگر صفات جلیلہ کی نفی پر مبنی ہے۔

جبکہ کنزالایمان میں قرآن کے اسلوب خطاب کے عملی اطلاق کی وجہ سے:

- عظمت رسول اور مقام مصطفےٰ کا تحفظ کیا گیا۔
- منصب نبوت کے تقاضوں کی پاس داری کی گئی ہے۔
- معصومیت نبی کریم ﷺ کا ہر طرح سے دفع کیا گیا ہے۔
- حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کا تحفظ کیا گیا ہے۔
- حضور ﷺ کی صفات جلیلہ کی پاسداری کی گئی ہے۔
- عظمت رسول ﷺ اور مقام مصطفےٰ ﷺ کا تحفظ کیا گیا۔
- قرآنی اسلوب خطاب کے عملی اطلاق کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔
- مستند تفاسیر سے ترجمے کو مدلل کیا گیا ہے۔
- گمراہ کن تراجم کی موجودگی میں کنزالایمان مینارہ نور ہے۔

حوالہ جات:

(۱)۔امین احسن اصلاحی، مولانا، مبادی تدبر قرآن، ص ۲۱۲۔
(۲)۔جلال الدین سیوطی شافعی امام الاتقان فی العلوم القرآن، حصہ دوم۔
(۳)۔بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی امام، البرھان فی علوم القرآن، ص ۴۴۱۔
(۴)۔بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی امام، البرھان فی علوم القرآن، ص ۳۲۸۔
(۵)۔سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۴۷۔
(۶)۔قاضی عبدالرزاق بتھرالوی علامہ، تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان۔ ص ۷۰۔
(۶)۔سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۱۹۶۔
(۸)۔فخرالدین محمد بن عمر الرازی، شافعی امام، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر ★۔
(۹)۔ابو عبداللہ قرطبیؒ مالکی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن ★۔
(۱۰)۔ناصرالدین ابی سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی انوار التنزیل واسرار التاویل ★۔
(۱۱)۔ابو محمد حسین بن مسعود بغوی شافعی امام، معالم التنزیل ★۔
(۱۲)۔ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی، تفسیر بحر العلوم ★۔
(۱۳)۔علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۱۴)۔ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ، المحرر الوجیز تفسیر الکتاب العزیز ★۔
(۱۵)۔علامہ ابن سلام، تفسیر القرآن ★۔
(۱۶)۔علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔
(۱۷)۔علامہ ابو بکر الجزائری، أیسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر ★۔
(۱۸)۔علامہ طبرانی، التفسیر الکبیر ★۔
(۱۹)۔سُوْرَۃُ الْاَنْعَام، آیت ۱۱۴۔
(۲۰)۔علامہ فخرالدین محمد بن عمر الرازی، شافعی، مفاتیح الغیب، التفسیر الکبیر ★۔
(۲۱)۔علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن۔
(۲۲)۔علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۲۳)۔علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔
(۲۴)۔علامہ القمی نیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ★۔
(۲۵)۔سُوْرَۃُ الْاَنْعَام، آیت ۱۱۴۔
(۲۶)۔محمد بن جریر طبری امام، جامع البیان فی التفسیر القرآن ★۔
(۲۷)۔ابو عبداللہ قرطبیؒ مالکی الجامع لاحکام القرآن ★۔
(۲۸)۔علامہ ماوردی، تفسیر النکت والعیون ★۔
(۲۹)۔ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ، المحرر الوجیز تفسیر الکتاب العزیز۔
(۳۰)۔علامہ ابن سلام، تفسیر القرآن ★۔
(۳۱)۔امام نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل ★۔

(۳۲)۔علامہ خازن، تفسیر لباب التاویل فی معنی التنزیل ★۔

(۳۳)۔علامہ الثعالبی، جواہر الحسان فی تفسیر القرآن ★۔

(۳۴)۔علامہ طبرانی، تفسیر الکبیر ★۔

(۳۵)۔محمد بن جریر طبری امام، جامع البیان فی التفسیر القرآن۔

(۳۶)۔سُوْرَۃُ الْبَلَد، آیت ۲۔

(۳۷)۔سُوْرَۃُ یُوْسُف، آیت ۹۵۔

(۳۸)۔ قاضی عبدالرزاق بتھرالوی علامہ، تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان۔
ص ۲۰۱۔

★ www.altafsir.com.(Dated 2-5-2018)